حقانی وعظ: ۱

ترقیِ ایمان، تذکیرِ آخرت، تہذیبِ اخلاق اور اصلاحِ نفس کے لیے اکسیر ہدایت

رمضان کا آخری عشرہ

فضائل و خصوصیات

رمضان کے آخری عشرے کی سب سے بڑی خوبی، قرآن کریم کی ایک نرالی شان، کلام خداوندی سے شغف پیدا کرنے کی تدبیر، شب قدر پانے کا آسان نسخہ اور اس میں عبادت کا بہترین وقت، خدا تعالی سے ملنے کا راستہ اور اس کا دستور العمل، حضرت موسی علیہ السلام اور ایک چرواہے کا سبق آموز واقعہ، نیز دوسرے سچے اور پاکیزہ واقعات اور برمحل مثالوں پر مشتمل آسان زبان میں ایک نہایت موثر حقانی وعظ، یہ وعظ اُن مواعظ میں سے ہے جن کی تسہیل حضرت تھانویؒ کی حیات مبارکہ ہی میں ہوئی تھی اور اُن پر اصلاحی نظر فرمانے کے بعد آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ: ''بہشتی زیور'' کی طرح کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیے، اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجائے گا ان شاء اللہ تعالی''



افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۸۰ھ/ ۱۳۶۲ھ = ۱۸۶۳ء/ ۱۹۴۳ء)

تسہیل

حضرت مولانا انوار الحق امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تہذیب: نثار احمد قاسمی

انتخاب و تقدیم

محمد مصعب عفی عنہ

خادم دار الافتاء، دار العلوم دیوبند

مکتبة العلم والفقه

MAKTABA- AL- ILM-WAL-FIQH

ترقی ایمان تذکیر آخرت تہذیب اخلاق اور اصلاحِ نفس کے لیے اکسیر ہدایت

رمضان کا آخری عشرہ

فضائل و خصوصیات

رمضان کے آخری عشرے کی سب سے بڑی خوبی، قرآن کریم کی ایک نرالی شان، کلام خداوندی سے شغف پیدا کرنے کی تدبیر، شب قدر پانے کا آسان نسخہ اور اس میں عبادت کا بہترین وقت، خدا تعالی سے ملنے کا راستہ اور اس کا دستور العمل، حضرت موسی علیہ السلام اور ایک چرواہے کا سبق آموز واقعہ، نیز دوسرے سچے اور پاکیزہ واقعات اور برمحل مثالوں پر مشتمل آسان زبان میں ایک نہایت موثر حقانی وعظ، یہ وعظ اُن مواعظ میں سے ہے جن کی تسہیل حضرت تھانویؒ کی حیات مبارکہ ہی میں ہوئی تھی اور اُن پر اصلاحی نظر فرمانے کے بعد آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ: ’’بہشتی زیور‘‘ کی طرح کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیے، اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجائے گا ان شاء اللہ تعالی‘‘

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۸۰ھ/ ۱۳۶۲ھ = ۱۸۶۳ء/ ۱۹۴۳ء)

تسہیل

حضرت مولانا انوار الحق امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتہذیب: نثار احمد قاسمی

انتخاب و تقدیم
محمد مصعب عفی عنہ
خادم دار الافتاء، دار العلوم دیوبند

مکتبة العلم والفقه
MAKTABA- AL- ILM-WAL-FIQH

بسم الله الرحمن الرحيم

تفصیلات

نام رسالہ ← رمضان کا آخری عشرہ: فضائل وخصوصیات

افادات ← حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

تسہیل ← حضرت مولانا انوار الحق امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتہذیب ← نثار احمد قاسمی

انتخاب وتقدیم ← محمد مصعب عفی عنہ (نائب مفتی دار العلوم دیوبند)

اشاعتِ اوّل ← رمضان ۱۴۴۶ھ مطابق مارچ ۲۰۲۵ء

صفحات ← ۳۶

تعداد ← گیارہ سو

قیمت ← فہرستِ کتب ملاحظہ فرمائیں

مکتبة العلم والفقه

MAKTABA- AL- ILM-WAL-FIQH

+91 74174 26613 maktabailmofiqh@gmail.com

Near Muslim Fund, Deoband, U.P. 247554

فہرست

اصلاح نفس کے لیے اکسیر ہدایت

تاریخ اسلام میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا شمار اُن مقتدر شخصیتوں میں ہے جنہوں نے دن رات، صبح وشام؛ بلکہ اپنی زندگی کا ہر لحہ اُمت کی صلاح وفلاح میں صرف کیا، حضرت نے دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں مسلمانوں کی ضرورت اور کوتاہیوں کی اصلاح کی طرف توجہ نہ فرمائی ہو، جس سے اس یقین میں اضافہ ہوتا ہے کہ واقعی آپ مجدد تھے، آپ نے اپنی تصانیف، مکتوبات، خطبات اور ملفوظات کے ذریعے شریعت مطہرہ کا شفاف آئینہ سامنے رکھ کر امت اسلامیہ کی رہنمائی فرمائی۔

بالخصوص حضرت تھانویؒ کے خطبات و مواعظ ترقیٔ ایمان، تذکیر آخرت، تہذیب اخلاق اور اصلاح نفس کے لیے اکسیر ہدایت ہیں، جن کے مطالعے سے علم وعمل میں ترقی اور فکر وذہن کو جلا حاصل ہوتی ہے، آپ کے مواعظ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ امت محمدیہ میں شاذ و نادر ہی ایسے افراد گذرے ہیں جن کے مواعظ اس اہتمام واشتیاق کے ساتھ قلم بند کیے گئے ہوں اور اس کثرت کے ساتھ طبع ہوکر واعظ کی حیات ہی میں مطبوع ومقبول خواص وعوام ہوگئے ہوں، ایک بار گنگوہ میں آپ وعظ فرما رہے تھے، اس وقت حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں جو کوئی حاضر ہوتا، فرماتے یہاں کیوں آئے ہو، جاؤ حقانی وعظ ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ وعظ تو ایسا ہوتا ہے کہ کہیں کسی کو انگلی رکھنے کی بھی گنجائش نہیں ہوتی، آپ نہایت فصیح وبلیغ اور پر مغز ومتین الفاظ میں وعظ فرماتے تھے، تاثیر کی یہ کیفیت ہوتی تھی، دوران وعظ سارے مجمع پر ایک محویت کا عالم طاری رہتا، دارالعلوم دیوبند کی جلسۂ دستار بندی کے وعظ اور جلسہ مؤتمر الانصار مراد آباد کے وعظ میں سامعین پر جو کیفیت وجدیہ طاری ہوئی تھی، وہ معروف و مشہور ہے، حضرت کے مواعظ از دل خیزد بر دل ریزد کا صحیح مصداق ہوتے تھے، حتی کہ بعض مخالفین کہتے کہ وہاں نہ جاؤ، وہ تو وعظ میں کچھ عمل کر دیتے ہیں، حالانکہ جو کچھ اثر ہوتا تھا، وہ محض

حقانیت اور خلوص کی وجہ سے ہوتا تھا، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کسی کو کچھ نصیحت کرتا ہوں تو میں دل وجان سے چاہا کرتا ہوں کہ یہ ایسا ہی ہوجائے اور سچی بات یہ ہے کہ وعظ کے اکثر مضامین خود حضرت کے تاثرات قلبیہ اور احوال عالیہ کی حکایات ہوتے تھے، حضرت کے مطبوعہ مواعظ سن کر نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ بڑے بڑے طبقہ کے نو تعلیم یافتہ عیسائیوں اور دوسرے مذاہب پر بھی بے حد اثر ہوا، دین سے بے زار سیکڑوں افراد مواعظ کی برکت سے پکے دیندار بن گئے، ملحدانہ عقائد رکھنے والوں کی کایا پلٹ گئی، متشددین کی غلط فہمیاں دور ہوگئیں اور ان میں اعتدال آگیا۔

آپ دوران وعظ عربی، فارسی اور اردو کے اشعار ایسے برمحل پڑھتے کہ مضمون میں جان پڑ جاتے اور سامعین بے ساختہ پھڑک اٹھتے اور یہ معلوم ہوتا کہ گویا یہ شعر اسی موقع کے لیے کہا گیا ہے، تمثیلات و حکایات کو باموقع لانے میں آپ کو وہ کمال حاصل تھا، جو حضرت جلال الدین رومی کو حاصل تھا، لطیفوں سے بھی وہ نتائج مستنبط فرمالیتے ہیں کہ سبحان اللہ اور یہ لطائف وحکایات وتمثیلات کبھی مجمع کو رلا دیتی ہیں اور کبھی ہنسا دیتی ہیں۔

آپ کے مواعظ وخطبات کے بارے میں بلا مبالغہ یہ بات لکھی جاسکتی ہے کہ: جیسے کسی زبردست محقق اور جید عالم نے نہایت فرصت میں اور نہایت غور وخوض کے ساتھ ایک خالص اور دقیق علمی وعملی مضمون پر نہایت مبسوط اور مربوط جامع مانع رسالہ تصنیف کیا ہے اور وہ پڑھ کر سنایا جارہا ہے۔ (مستفاد از اشرف السوانح: ۱/ ۱۰۲ تا ۱۳۰، باب دہم، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ربیع الاول ۱۴۲۷ھ فہرست تالیفات حکیم الامت، سیرت اشرف، نقد ونظر، تمہید مرآۃ المواعظ، اشرف المواعظ، دعوات عبدیت وغیرہ)

غرض حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ تعالی سرہ کے خطبات ومواعظ کی اہمیت وافادیت ایک ایسی حقیقت بن چکی ہے جس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، حضرت کے صدہا مواعظ مطبوعہ ہیں، جن کا مطالعہ کرکے ہر شخص جب چاہے ان مواعظ کی تاثیر کو محسوس کرسکتا ہے۔

زیر نظر رسالہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا ایک قیمتی اصلاحی وعظ ہے، جو آپ نے ۲۱ رمضان ۱۳۲۹ھ کو جامع مسجد تھانہ بھون میں نماز جمعہ سے نماز عصر تک فرمایا تھا، اس وعظ میں حضرت قدس سرہ نے رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے فضائل و اوصاف اور خصوصیات کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس عشرہ میں پائی جانے والی تین بڑی خوبیوں کو مفصل طریقے پر سمجھایا ہے، ان خوبیوں میں ایک خوبی قرآن کریم کا نزول ہے، جس کے ضمن میں آپ نے کلام خداوندی کا مقام و مرتبہ، اس کی تلاوت کی اہمیت وفضیلت بیان فرماتے ہوئے، اس کے تئیں کی جانے والی غفلت اور کوتاہیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اس عشرے کی دوسری خوبی شب قدر ہے، آپؒ نے اس رات کے متعلق بعض غلط فہمیوں کو دور فرما کر اس کو پانے اور عبادت کرنے کا بہترین طریقہ بتلایا ہے، جب کہ تیسری خوبی کے تحت آپ نے اعتکاف کی فضیلت اور اس کا طریقہ بتلا کر اس کے متعلق ایک عام غلط فہمی کو دور فرمایا ہے اور اخیر میں اس عشرے میں ہونے والے منکرات مثلاً تراویح میں ختم قرآن پر اجرت اور اس موقع پر مٹھائی تقسیم کرنے کی خرابیوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان تمام مضامین کو حکایات اور مثالوں کے ذریعے عام فہم بنا کر پیش فرمایا ہے، نیز وعظ میں ضمناً کئی قیمتی، مفید اور اہم مضامین مذکور ہیں، اس طرح یہ وعظ اپنے قیمتی مشمولات وعنوانات اور باموقع تمثیلات وحکایات کے ساتھ ایک حقانی وعظ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

یہ وعظ اُن مواعظ میں سے ہے جن کو حضرت مولانا انوار الحق امروہیؒ نے حضرت تھانویؒ کی منشاء کے مطابق آسان زبان میں ڈھالا تھا اور حضرت کی نظر اصلاحی کے بعد ''تسہیل المواعظ'' کے نام سے ان مواعظ کی اشاعت ہوئی تھی، حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ''تسہیل المواعظ کا حاصل یہ ہے کہ احقر کے مواعظ میں بعض مضامین خاص اہل علم کے سمجھنے کے تھے، جن سے عام کو دل تنگی ہوتی تھی، پس ہر وعظ میں ایسے مضامین میں سے بعض کو کم کر دیا گیا، بعض کو بے حد سہل کر دیا گیا، یہ عام کے

لیے نہایت کارآمد ہوگا، احقر کا مشورہ ہے کہ مثل بہشتی زیور“ کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیے، اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ“ کتبہ اشرف علی اوائل محرم ۱۳۴۵ھ

احقر کو مدت سے اس ضرورت کا احساس تھا کہ حضرت کے مواعظ جیسے پہلے الگ الگ شائع ہوتے تھے، اس کا سلسلہ دوبارہ شروع ہونا چاہیے، تا کہ اہل ضرورت کے لیے اپنی حالت کے مناسب خاص مواعظ کا مطالعہ کرنا آسان ہو، حضرت تھانویؒ نے مواعظ کی فہرست ”مرآۃ المواعظ“ کی تمہید میں تحریر فرمایا تھا:

”اہل ضرورت بعض اوقات اپنی حالت کے مناسب خاص مواعظ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، بعض اوقات اپنی حالت پیش کر کے استفسار کرتے ہیں کہ ہم کو کون وعظ دیکھنا مفید ہوگا، بعض اوقات ان کی کسی حالت پر مطلع ہو کر مناسب وعظ کا مطالعہ خود ان کے لیے تجویز کیا جاتا ہے“ اھ (تمہید رسالہ مرآۃ المواعظ)

بریں بناء رمضان کے مقدس مہینے میں ”رمضان کے آخر عشرہ“ کے بابرکت عنوان سے حضرت کے ”حقانی مواعظ“ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔

ضرورت ہے کہ یہ وعظ گھروں میں مرد وعورت اور بچوں کو پڑھ کر سنایا جائے اور کوئی گھر اس سے محروم نہ رہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور امت کی علمی، عملی اور اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ اکابر علمائے حقہ کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

عزیز گرامی جناب مولانا مفتی محمد ماجد قاسمی اور مفتی نثار احمد قاسمی زید علمہما نے رسالے کی ترتیب وتہذیب میں تعاون فرمایا، احقر دونوں کا مشکور ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

محمد مصعب عفی عنہ

خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند

۱۸ رمضان ۱۴۴۶ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى اٰلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَ بَارِكَ وَسَلَّم

أَمَّا بَعْد فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ

ترجمہ: رمضان شریف کا مہینہ ایسا ہے کہ اس میں قرآن شریف اتارا گیا ہے جو کہ آدمیوں کے لئے ہدایت ہے اور دلیل ہے ہدایت کی جو کہ حق اور باطل میں تمیز دینے والی ہے۔

ماہ مبارک کے آخری عشرہ کی سب سے بڑی خوبی

یہ ایک آیت کا ٹکڑا ہے، اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے رمضان کی ایک خوبی بیان کی ہے، پہلے جمعہ میں رمضان شریف کے ضروری حق بیان ہو چکے ہیں آج کے وعظ میں صرف اخیر کے دس ہی دن کے حالات بیان ہوں گے، گو اس آیت کو ظاہر میں اخیر کے دس دن سے کچھ تعلق نہیں؛ لیکن سوچنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس آیت میں جو خوبی بیان ہوئی ہے وہ اصل میں ان ہی دس دنوں کی ہے، سو اس آیت سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ رمضان میں قرآن شریف اترا ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ رمضان پورے تیس دن کا نام ہے

اور اس آیت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان تیس دن میں سے کون سے حصہ میں اترا ہے؛ لیکن اگر ہم اس کے ساتھ دوسری آیت کو بھی ملالیں تو دونوں کے ملانے سے وہ حصہ بھی معلوم ہو جائے گا جس میں کہ اتارا گیا ہے، سو دوسری آیت میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو شب قدر میں اتارا ہے؛ پس ان دونوں آیتوں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ قرآن شریف رمضان کی شب قدر میں اترا ہے اور ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر اخیر کے دنوں میں ہوتی؛ پس معلوم ہوا کہ قرآن شریف رمضان کے آخری دس دنوں میں اترا ہے۔

پس آیت سے اخیر کے دس دنوں کی بہت بڑی خوبی معلوم ہوگئی کہ اس میں قرآن شریف اتارا گیا ہے؛ کیونکہ قرآن کا بہت بڑا مرتبہ ہے اس لئے جس زمانہ میں وہ اترا ہوگا وہ زمانہ بھی مبارک ہوگا، اس کی قدر کوئی عاشقوں کے دل سے پوچھے کہ جس زمانہ میں ان کو محبوب کا کوئی خط مل جاتا ہے وہ زمانہ ان کے نزدیک کسی قدر عزیز ہوتا ہے، قرآن شریف بھی کلام خداوندی ہے اور خدا تعالیٰ محبوب حقیقی ہے؛ پس وہ زمانہ جس میں محبوب حقیقی کا کلام اترا ہے خدا کے عاشقوں کو کیوں عزیز اور مبارک نہ ہوگا؟ جس دن کے اندر کوئی بڑی چیز میسر ہو جائے وہ دن بھی عزیز ہوتا ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس زمانہ میں بھی عزت اور برکت ہے اسی وجہ سے ہے کہ اس زمانہ میں کوئی عزت اور شرف والی چیز موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ جمعہ کا دن اور دنوں سے مرتبہ میں بڑھ کر ہے؛ کیونکہ اس میں ایک ایسی عزت اور شرف والی چیز موجود ہے جو اور کسی دن میں نہیں؛ یعنی جمعہ کی نماز دیکھو اگر کسی عاشق کو کنویں کے اندر محبوب کی ملاقات نصیب ہو تو وہ اس کنویں کو کنواں نہ سمجھے گا؛ بلکہ اس کے دل میں اس کنویں کی قدر اتنی ہی ہوگی کہ کسی پھولوں سے بھرے ہوئے چمن کی بھی نہ ہوگی۔

یوم جمعہ کے افضل ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

اکثر آدمی جمعہ کی فضیلت اور خوبی پر اعتراض کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ کیا وجہ

کہ جمعرات کا وہ مرتبہ نہیں جو جمعہ کا ہے؟ وہی بارہ گھنٹے اس میں ہیں وہی بارہ گھنٹے اس میں، وہی ایک دن جمعرات ہے وہی ایک دن جمعہ ہے، یہ کس قدر بیہودہ اعتراض ہے؛ کیونکہ ظاہر میں اگر دونوں یکساں ہو بھی گئے تو یہ کیا ضرور ہے کہ مرتبہ میں بھی برابر ہوں کہ جو ایک کی حالت ہو وہی دوسرے کی حالت ہو؟ دیکھو اگر کسی شخص کی بہن اور بیوی بالکل ہم شکل ہوں اور کپڑے اور زیور بھی یکساں پہنے ہوئے ہوں تو کیا ان دونوں میں حلال وحرام کا فرق نہ ہوگا؟ کیا کوئی عقلمند ایسا بھی ہے جو ان دونوں کو یکساں سمجھے اور ان کے ساتھ برابر کا برتاؤ کرے؟ اور کیا اس شخص کے دل میں دونوں کی محبت میں بہت بڑا فرق نہ ہوگا؟ بہن اور ماں بھی محبوب ہیں اور بیوی بھی محبوب ہے لیکن دونوں کی محبت بالکل الگ الگ ہے۔

ایک پریشان کن خواب اور اس کی اچھی تعبیر

کبھی کسی شخص کو نہیں دیکھا گیا کہ وہ بیوی کی طرح ماں کو بھی پیار کرے یا اس کو بھی بغل میں لینے کی آرزو کرے؛ بلکہ اس قسم کے خیال سے ہی طبیعت کو اس قدر گھن آتی ہے کہ اگر کوئی اپنے کو خواب میں بھی ماں کے صحبت کرتے دیکھ لیتا ہے تو جاگ کر بے حد پریشان ہوتا ہے اور اپنے کو لعنت ملامت کرتا ہے حالانکہ اس خواب کی تعبیر بری نہیں ہے؛ کیونکہ تعبیر اس کی یہ ہے کہ اس شخص میں بالکل برائی نہیں ہے اور یہ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا۔

جاہل آدمی کے سامنے خواب نہیں بیان کرنا چاہیے

چنانچہ ایک بزرگ سے کسی نے یہی خواب بیان کیا تو انہوں نے یہی تعبیر دی، اگر کسی جاہل سے ایسا خواب بیان کیا جائے تو معلوم نہیں کیا تعبیر دے؛ اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ جاہل آدمی سے اپنا خواب مت بیان کرو؛ بلکہ کسی عقلمند یا دوست سے بیان کرو؛ کیونکہ عقلمند آدمی تم کو واقعی تعبیر سمجھ کر بتلائے گا، مگر غیر آدمی جو عقلمند بھی نہ ہو خدا جانے کیا کچھ بتلائے؛ پس معلوم ہوا کہ گو اس خواب کی تعبیر ایسی اچھی ہے لیکن پھر بھی اگر کوئی ایسا خواب

دیکھ لیتا ہے تو بہت پریشان اور تنگدل ہوتا ہے، اس سے معلوم ہو گیا کہ ماں کے ساتھ جو محبت ہے وہ دوسری قسم کی ہے اور بیوی کے ساتھ جو محبت ہے وہ اور قسم کی ہے دونوں محبتیں ایک سی نہیں ہیں، تو ظاہر ہو گیا کہ جمعہ اور جمعرات کے ظاہر میں یکساں ہونے سے کچھ یہ ضرور نہیں کہ مرتبہ میں بھی دونوں برابر ہوں۔

محبوب حقیقی کے کلام اترنے کا زمانہ عزت وشرف والا ہے

پس چونکہ رمضان میں قرآن شریف اتارا گیا ہے اور قرآن خود بہت شرف اور عزت رکھتا ہے اس وجہ سے اس کے اترنے کا زمانہ بھی عزت اور شرف والا ہو گیا۔

صاحبو! یہ کیا کہ دنیا کے محبوب کی بات چیت کا وقت تو پیارا اور عزیز ہو اور اصلی محبوب کے کلام اترنے کا وقت پیارا نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر خود کلام پاک کے کمالوں کو نہ بھی دیکھا جائے تو اس کی یہی عزت کیا کم ہے کہ وہ اللہ پاک کا کلام ہے، اب یہ بھی دیکھو کہ اس آفتاب نے تمہارے دلوں کو کیا کچھ روشن کر رکھا ہے۔

قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق ہے

چونکہ قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق ہے؛ اس وجہ سے کلام مجید کے پڑھنے سے وہ بہت خوش ہوتے ہیں خواہ سمجھ کر پڑھا جائے یا بے سمجھے پڑھا جائے۔ مگر اور جتنے عمل ہیں ان میں یہ خوبی نہیں، اگر کوئی دعا یا اور کوئی وظیفہ پڑھے اور اس کے معنی نہ سمجھتا ہو تو وہ اتنا پسند نہیں؛ مگر قرآن ایسا عجیب ہے کہ ہر طرح محبوب ہے، خواہ اس کے معنی سمجھو یا نہ سمجھو۔

اللہ تعالیٰ کس چیز سے زیادہ راضی ہوتے ہیں؟

امام احمد بن حنبلؒ ہی کا قصہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کس چیز سے زیادہ راضی ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ قرآن شریف پڑھنے سے، امام صاحب نے

عرض کیا کہ معنی سمجھ کر پڑھنے سے یا بے سمجھے ہوئے بھی؟ جواب میں فرمایا: کہ بفہم او بلافہم یعنی جس طرح سے بھی اور یہ کچھ خواب سے ہی نہیں معلوم ہوا؛ بلکہ حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، حدیث میں ہے کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

قرآن شریف بلا سمجھے پڑھنے پر بھی اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

اس بیان سے آج کل کے روشن خیالوں کی بھی غلطی معلوم ہوگئی، اکثر لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ جب کلام اللہ کو سمجھا نہیں جاتا تو اس کے پڑھنے سے کیا فائدہ؟ سو ان کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کلام مجید کا بے سمجھے پڑھنا بھی بڑا فائدہ رکھتا ہے؛ کیونکہ اس کا فائدہ صرف یہی نہیں ہے کہ اس کے معنی سمجھ لیں؛ بلکہ ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے پڑھنے سے ہم سے خدائے تعالیٰ راضی ہوں، جیسا کہ بیان ہوا اور یہ بات عقل اور عادت سے بھی معلوم ہوتی ہے، دیکھو اگر کسی شخص نے کوئی کتاب بنائی ہو اور وہ دوسروں کو دیکھے کہ وہ میری کتاب پڑھ رہے ہیں تو وہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوگا، گو پڑھنے والے اس کتاب کو سمجھ نہ سکتے ہوں اور اس شخص کو ان لوگوں کے ساتھ محبت ہو جائے گی کہ ان لوگوں نے میری کتاب کی قدر کی۔

حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا ایک واقعہ

ہمارے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب یہ فرماتے تھے کہ میں ایک بار دہلی بازار میں جاتا تھا، ایک دکان پر بہت سے لوگوں کو اکٹھا دیکھا، دیکھتے کیا ہیں کہ اس کے درمیان ایک شخص بیٹھا ہوا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی ایک شعروں کی کتاب جس کا نام "درد نامہ غمناک" ہے بہت شوق سے پڑھ رہا ہے، حضرت حاجی صاحب بھی کھڑے ہو کر سننے لگے اور دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے کہ میرا کلام پڑھ رہا ہے، اس شخص کو گو خبر نہ تھی کہ جن کی کتاب ہے وہ بھی سن رہے ہیں مگر وہ پاس ہی کھڑے ہوئے تھے اور خوش تھے، اسی طرح جب کلام اللہ کو ہم شوق سے پڑھیں گے اور خدا تعالیٰ سنیں گے تو ضرور خوش ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کس عبادت سے زیادہ خوش ہوتے ہیں؟

کیونکہ خدا تعالیٰ اور کسی عبادت سے اتنا خوش نہیں ہوتے جتنا کہ قرآن شریف پڑھنے سے خوش ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا سننا یقینی بات ہے؛ کیونکہ خدائے تعالیٰ سے کوئی چیز بھی آسمان اور زمین کی اوجھل نہیں ہوسکتی اور ذرہ برابر بھی کوئی چیز ان سے چھپی نہیں رہ سکتی، کیسی ہی بات کیوں نہ ہو مگر ان کو اس کی پوری خبر ہے؛ پس خواہ سمجھ کر پڑھیں یا بے سمجھے ہوئے وہ ہر طرح خوش ہوتے ہیں۔

اصلاح کے لیے اخلاص کی اہمیت اور ایک سبق آموز واقعہ

ایک بزرگ کا قصہ مشہور ہے کہ اپنے ایک مرید سے مدت تک وظیفہ پڑھواتے رہے اور جب مرید کو کچھ فائدہ نہ ہوتا تو اور بدلوا دیتے تھے؛ لیکن آخر جب مرید کو کچھ نفع نہیں ہوا تو انہوں نے مرید سے دریافت کیا کہ تم وظیفہ کس نیت سے پڑھتے ہو؟ اس نے جواب دیا: حضرت یہی نیت ہے کہ اگر کسی قابل ہو جاؤں تو دوسروں کو نفع پہنچاؤں گا، ان بزرگ صاحب نے فرمایا کہ توبہ کرو یہ تو شرک ہے کہ ابھی سے بڑے بننے کا خیال ہے اور مخلوق پر نظر ہے کہ ہر دم دوسروں کو نفع پہنچانے کا خیال ہے، اپنا خیال صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رکھو؛ پس جب انہوں نے توبہ کی فوراً فائدہ ہوا، غرض جب اپنی حالت سنوارنی ہو تو اس وقت مخلوق کی طرف خیال رکھنا نقصان پہنچاتا ہے۔

شیخ کامل مرید کو ناامید نہیں کرتا

اور اس قصہ سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جس پیر میں کچھ کمال ہوتا ہے وہ مرید کو ناامید نہیں کرتا، جیسے کہ بزرگ وظیفہ بدلواتے رہے اور نفع نہ ہونے سے مرید کو جواب نہیں دے دیا؛ بلکہ اس کوشش میں رہے؛ یہاں تک کہ مرض اور اس کا علاج نکال ہی لیا، وہ تجربہ کار طبیب

کی طرح ادھیڑ بن میں ہمیشہ لگا رہتا ہے؛ البتہ جو پیر کامل نہیں ہوتے وہ اس حالت سے گھبرا جاتے ہیں اور دوسرے کو بھی ناامید کردیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ کا عبرت آموز واقعہ

حضرت ابراہیم ادہم کا قصہ مشہور ہے کہ آپ کے بیٹے کا نام شیخ محمود تھا جب آپ بیٹے سے ملے تو بیٹے کی محبت نے دل میں جوش مارا فوراً غیب سے آواز آئی کہ

حب حق ہو دل میں یا حب پسر
جمع ان دونوں کو تو ہر گز نہ کر

یعنی یا تو ہماری ہی محبت دل میں رکھ لو یا بیٹے کی محبت رکھ لو یہ دونوں اکٹھی نہیں ہوسکتیں؛ پس فوراً آپ کو ہوش آیا اور اللہ پاک کی محبت کو قبول کرلیا؛ پس بیٹے کا انتقال ہوگیا، مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بیٹے سے بالکل ہی محبت نہ کرے، نہیں جتنا شرعاً اس کا حق ہے اتنی محبت کرنا سنت ہے؛ البتہ اتنی نہ ہونی چاہیے جو اللہ پاک کی محبت پر غالب ہوجائے۔

بیوی بچوں سے محبت کے شرعی حدود

پس پیر سے بھی ایسی محبت نہ ہونی چاہیے جو اللہ کو بالکل بھلا دے، جیسا کہ آج کل عام لوگوں میں رواج ہے، اسی طرح بیوی بچوں سے وہ محبت نہ ہونی چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوجائے، دیکھیے اللہ پاک فرماتے ہیں: نہ روک دیں تم کو مال تمہارے اور اولاد تمہاری اللہ کی یاد سے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عنایت پر قربان ہونا چاہیے کہ یہ حکم نہیں کیا کہ اولاد سے بالکل محبت نہ کرو؛ کیونکہ جانتے ہیں کہ اولاد کی محبت ان کے دلوں میں بھری ہوئی ہے؛ اس لیے بالکل نہ چھوڑ سکیں گے اس وجہ سے یوں فرماتے ہیں کہ اس قدر ان کے پیچھے مت پڑو کہ خدا ہی کو بھول جاؤ۔

قرآن شریف سے دنیا کمانے کی قباحت

اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ قرآن شریف کے پڑھنے میں کتنا ثواب ہے، افسوس ہے کہ ایسے بڑے ثواب کو چھوڑ کر نفس کے بندوں نے قرآن شریف سے دنیا کمانا شروع کر دیا، روپیہ لے کر اور اجرت ٹھہرا کر قرآن سناتے ہیں جیسا کہ تراویح میں اکثر جگہ یہی رواج ہو گیا ہے، اسی طرح مردوں کو جو ثواب قرآن پڑھ کر پہنچاتے ہیں اور اس پر روپیہ لیتے ہیں یہ بالکل منع ہے۔

قرآن کریم کی ایک نرالی شان

اور اس کلام کی ایسی شان ہے کہ جس قدر اس کو زیادہ پڑھو اتنا ہی علم بڑھتا ہے اور پھر لطف یہ کہ جاہلوں کو بھی مزہ آتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ قرآن نہیں پرانا ہوتا بار بار پڑھنے سے، واقعی قرآن شریف کو چاہے کتنا ہی سنو جی نہیں بھرتا ہر بار نیا مزہ آتا ہے، اگر کہا جائے کہ یہ سارا مزہ خوش آوازی کی وجہ سے ہوتا ہوگا تو ہم کہیں گے کہ وہ لطف اور مزہ جو قرآن پڑھنے سے ہوتا ہے شعر پڑھنے سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر کسی کو شعر میں بھی زیادہ مزہ آتا ہے تو وہ ابھی بات کرنے کے لائق ہی نہیں، اس کو چاہیے کہ اول اپنی حالت درست کرے پھر دیکھے کہ کس میں مزہ زیادہ آتا ہے۔

صاحبو! قرآن تو قرآن ہے کبھی مکہ میں جا کر وہاں کی تکبیر نماز میں سنو تو معلوم ہو وہ کیا چیز ہے سچ مچ اس وقت وہ تکبیر ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ذبح کے وقت کی تکبیر کہ دل میں چھری سی چل جاتی ہے۔

اگر کسی کو قرآن پڑھنے میں مزہ نہ آئے

لیکن اگر کسی کو مزہ نہ بھی آئے تو قرآن شریف کا پڑھنا نہ چھوڑے، جیسا کہ بعض لوگ

کہتے ہیں کہ صاحب ہم تو اس وقت قرآن پڑھیں گے جب ہم کو مزہ آنے لگے، یہ بالکل بیہودہ خیال ہے، اس کی تو ایسی مثال ہے کہ کسی نامرد شخص سے کہا جائے کہ طاقت کی چیزیں کھا پی کر جلدی سے جوان ہو جاؤ، تاکہ تمہیں جوانی کے مزے نصیب ہوں اور وہ جواب میں یوں کہے صاحب پہلے جوانی کا مزہ دیکھ لوں کیسا ہوتا ہے پھر اس کی تدبیر کروں گا، فرمایئے کہ اس بیوقوف کو نامردی کی حالت میں بدوں علاج کیسے کسی طرح وہ مزہ دکھلایا جائے؟ اس کا تو صرف یہی جواب دیا جا سکتا ہے کہ اچھا بھائی علاج نہ کرو جب تم بدون علاج کے جوان ہو جاؤ گے تو خود تم کو اس کے مزے معلوم ہو جائیں گے، باقی اور کوئی ذریعہ نہیں جس سے جوانی کے مزے جوانی سے پہلے معلوم کر سکو، اسی طرح ان لوگوں کو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ قرآن شریف کا مزہ جب ہی نصیب ہو سکتا ہے جبکہ ہمت کر کے پڑھنے لگو گے، اس وقت تم کو خود بخود اس میں مزہ آنے لگے گا۔

یہی غلطی اکثر ان لوگوں کو بھی ہوتی ہے جو اللہ کا نام لینا شروع کرتے ہیں اور جب ان کو اس میں مزہ نہیں آتا تو چھوڑ بیٹھتے ہیں؛ حالانکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے؛ کیونکہ مزہ تو اس طرح ہی آسکتا ہے کہ خوب عادت ڈالیں اور بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں؛ پس جتنا بھی اللہ پاک کا نام زیادہ لیا جائے اتنی ہی لذت زیادہ ہوگی۔

ایک بزرگ کی خداطلبی کی عجیب حکایت

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کو ایک روز یہ آواز آئی کہ کتنی بھی عبادت کرو کچھ قبول نہیں، اس آواز کو ان کے ایک مرید نے بھی سنا، دوسرا دن ہوا تو وہ بزرگ پھر عبادت کے لیے اٹھے پھر وہی آواز آئی جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مرید نے کہا آپ بھی عجیب آدمی ہیں ادھر کوئی پوچھتا بھی نہیں اور آپ ہیں کہ خواہ مخواہ گرے جاتے ہیں جب قبول ہی نہیں تو محنت سے کیا فائدہ؟ ان بزرگ نے جواب میں فرمایا کہ بھائی چھوڑ تو دوں لیکن یہ تو بتلاؤ

کہ چھوڑ کر کس در پر جا پڑوں؟ اس جواب پر اللہ پاک کی رحمت جوش میں آئی اور آواز آئی کہ اگر چہ تمہاری عبادت گو کسی ڈھنگ کی نہیں؛ لیکن خیر جب ہمارے سوا تمہارا کوئی نہیں ہے تو تم کو بھی ہم ہی لے لیں گے۔

صاحبو! جس کو حق کی طلب ہوتی ہے اس کی یہ شان ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ خدا کی طلب لوگوں کو اتنی بھی نہیں جتنی کیمیا کی طلب ہے، اس میں تو انسان برسوں گنوا دے مال و دولت غارت کر دے، عیش و آرام کو خاک میں ملا دے اور خدائے تعالیٰ کی طلب میں کچھ بھی مشقت نہ اٹھائے۔

سچے طلبگار کی حالت

اجی طلبگار کی تو یہ حالت ہونی چاہیے کہ اگر ہزار مرتبہ بھی اس کو کہا جائے کہ تو دوزخی ہے، تو بھی ناامید نہ ہو اور اگر ہزار مرتبہ اس کو کہا جائے کہ تو جنتی ہے تو ہرگز کاہل اور سست نہ بنے۔

ایک شخص کی نسبت لکھا ہے کہ اس کو روزانہ یہ آواز آتی تھی کہ تو کافر ہو کر مرے گا، جب ایک مدت یہ آواز آئی تو پیر سے ذکر کیا، انہوں نے فرمایا کہ یہ محبت کی گالی ہے، محبوبوں کی عادت ہوتی ہے کہ عاشق کو چھیڑا کرتے ہیں اور یہ ایک قسم کا امتحان ہے؛ مگر یہ ساری باتیں اس وقت برداشت ہوتی ہیں جب کہ دل میں خدا کی محبت پوری پوری ہو۔

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کی دو موثر تدبیریں

پس اللہ پاک کی محبت پوری کرنے کی کوشش کرو اور اس کی دو تدبیریں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرنا چاہیے۔

(۲) اور دوسرے بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنا اٹھنا زیادہ رکھیں، پس اس تدبیر سے سب دل کے مرض آہستہ آہستہ جاتے رہیں گے۔

خدا تعالیٰ سے ملنے کا راستہ

اس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص خدا سے ملنے کا راستہ تلاش کرے اور اس راستہ پر چلنا شروع کر دے تو اس کو مناسب ہے کہ ایسے شخص کو ڈھونڈے جو خدا تعالیٰ کی محبت میں ڈوبا ہوا ہو، بس اس کے دروازہ پر جا پڑے اور جیسا کچھ وہ کہے اس کے موافق کام کرے اور خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کے طلب گار مت بنو، نہ تو کرامت ہی مقصود ہو اور نہ اگلی پچھلی اور چھپی ہوئی باتیں معلوم کرنا جسے آج کل کشف کہتے ہیں اور نہ اس پر نظر ہو کہ ہم کو مزہ دار حال نصیب ہوں گے وغیرہ وغیرہ تمہیں غرض تو فقط اللہ ہی سے ہونی چاہیے اور خود بخود یہ چیزیں بھی میسر ہو جائیں تو خدا تعالیٰ کی عنایت سمجھو ورنہ کچھ خیال نہ کرو، عبادت میں مزہ نہ آئے تو اسے چھوڑو مت، کثرت سے اللہ پاک کا ذکر کرو اور بہت زیادہ ان کی یاد میں لگے رہو۔

قرآن میں طبیعت لگانے کا علاج

اسی طرح قرآن میں اگر طبیعت اکتانے لگے تو خوب بہت بہت سا پڑھو، زیادہ پڑھنے سے خوب دل لگنے لگے گا، اگر حرف بھی صحیح نہ ہوں تو جہاں تک اپنے سے ہو سکے صحیح کر لو اور کسی صحیح پڑھنے والے سے سیکھ لو اور اگر پھر بھی پوری طرح صحیح نہ ہو سکیں تو رنجیدہ مت ہو اللہ تعالیٰ کو اسی طرح قبول ہے؛ البتہ جو لوگ صحیح کر سکتے ہیں اور پھر نہیں کرتے تو ان کی بے شک پکڑ ہوگی۔

دیہاتی آدمی کا دل سے قرآن پڑھنا

ورنہ وہاں تو زیادہ دلوں کی دیکھ بھال چھان بین ہوگی، اگر موٹی زبان کا دیہاتی آدمی قرآن غلط پڑھتا ہے؛ لیکن پڑھتا ہے دل سے تو یہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور وہ شخص ان کو پسند نہیں جو کہ اس سے ہزار درجہ بہتر پڑھے؛ لیکن دکھاوٹ کے لیے اور اپنا کمال جتانے کے لیے۔

بس اب تیرا ہی پلہ پکڑ لیا ہے

اس پر مجھے ایک شخص کا قصہ یاد آیا کہ وہ مجھ سے تعلق رکھتا تھا، ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ میں کسی فقیر کا چیلہ ہو جاؤں، میں اس پر خفا ہوا، چند روز کے بعد پھر آیا میں نے اس سے ہنسی میں کہا کہ کیوں کسی فقیر کے چیلے بھی ہوئے یا نہیں، تو وہ نہایت ہی سادگی سے جواب دیتا ہے کہ بس اب تیرا ہی پلہ پکڑ لیا ہے، اس کا یہ تیرا کہنا اوروں کے حضور اور جناب کہنے سے زیادہ مزہ دار تھا؛ کیونکہ اس نے دل سے کہا تھا۔

بعض جگہ سختی زیادہ موثر علاج ہوتی ہے

یہ بھی ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح نرمی علاج ہے اسی طرح بعض جگہ سختی بھی اس سے بڑھ کر علاج ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعضے بزرگ تیز مزاج مشہور ہو جاتے ہیں، تو خوب سمجھ لو کہ وہ تیز مزاج نہیں ہوتے، بات یہ ہے کہ کبھی کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ اسے ایک بات نرمی سے سمجھاؤ تو اس پر زیادہ اثر نہیں ہوتا ہے اور نہ زیادہ دنوں تک یاد رہتی ہے اور اس بات کو اگر سختی سے سمجھائیں تو اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اور یاد بھی بہت دنوں تک رہتی ہے، اسی شخص کو جو کسی فقیر کا چیلہ بنا چاہتا تھا دیکھیے کہ ایک ڈانٹ کا اس پر ایسا اثر پڑا کہ آنکھیں کھل گئیں اور اس کی طبیعت جو ڈانواں ڈول تھی وہ ایک ہی طرف جھک گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک چرواہے کا واقعہ

غرض غلط بولنا جو پیارا معلوم ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ پر قدرت نہیں ہوتی، اس پر قصہ یاد آیا کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ایک چرواہا زمین پر بیٹھا ہوا محبت کے جوش میں بھرا ہوا کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! تو کہاں ہے اگر تو مجھے ملے تو تیری نوکری چاکری کروں، تیرے پھٹے ہوئے کپڑے سیوں اور تیرے سبھی کام کروں، غرض اس قسم کی

باتیں اللہ تعالیٰ کی نسبت کہہ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ادھر سے گزرے، اس کی باتیں سن کر فرمایا کہ میاں کس کو کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا خدا سے کہہ رہا ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈانٹا کہ توبہ کر توبہ، خدائے تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہیں اور ڈانٹ کر چلے گئے، چرواہے نے جو یہ سنا تو مارے خوف کے تھرا گیا، اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ موسیٰ تم نے ہمارے بندہ کو ہم سے جدا کر دیا، حضرت موسیٰ نے جو یہ سنا تو گھبرا گئے اور جلدی سے چرواہے کے پاس آئے اور کہا کہ مجھ سے خطا ہو گئی خدا کے لیے معاف کر دو، یہاں چرواہے کی عجب حالت تھی، حضرت موسیٰ نے جو خطا معاف کرنے کو کہا تو یہ جواب دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ایسا کوڑا لگا ہے کہ میں بڑی دور پہنچ گیا۔

اس قصہ سے معلوم ہو گیا کہ اگر دل محبت سے بھرا ہوا ہو اور کم سمجھی سے بے ادبی کی باتیں زبان پر آجائیں تو اس پر پکڑ نہیں ہوتی؛ مگر یہ ضرور ہے کہ یہ معافی انہیں لوگوں کے لیے ہے جو اپنی زبان درست نہیں کر سکتے، ورنہ اگر کسی کو قدرت ہو اور پھر وہ ایسا کرے تو ضرور گنہگار ہوگا۔

بات بہت دور جا پڑی اصل مقصود یہ تھا کہ جب قرآن کے اندر ایسی بڑائی ہے اور بزرگی ہے تو جس مہینہ میں یہ اتارا گیا ہے وہ بھی عزت و شرف رکھتا ہوگا، خاص کر رمضان کے اخیر کے دس دن جس میں کہ شب قدر ہے، وہ تو بے انتہا شرف اور بزرگی رکھتے ہیں، اس لئے کہ قرآن پاک رمضان میں خاص انہی دس دن کے اندر اندر اترا ہے، رہے رمضان کے اول کے بیس دن ان کو انہیں دس دن کی بدولت شرف اور عزت نصیب ہوئی ہے اس اخیر کے دس دن میں ایک خوبی تو یہ ہوئی کہ قرآن ان میں اترا ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ کی دوسری خوبی

دوسری خوبی یہ ہے کہ شب قدر بھی انہی دس دن میں ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے اور اکثر طاق راتوں میں ہوتی ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: شب قدر

ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

صاحبو! یہ ایسی برکت اور خوبی کی چیز ہے کہ جو اس سے محروم رہ جائے تو ایسا سمجھو کہ ساری بھلائیوں سے محروم اور بے نصیب ہو گیا۔

شب قدر

حدیث میں ہے کہ جو شخص شب قدر سے بے نصیب رہا تو وہ ساری بھلائیوں سے محروم رہا؛ لیکن بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اگر جاگیں تو تمام رات جاگیں اور اگر تمام رات نہ جاگے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا، یہ نہایت بے ہودہ خیال ہے، اگر اس رات کے اکثر حصہ میں بھی عبادت کرے تو اس کو شب قدر کی برکت نصیب ہو جائے گی اور میں کہتا ہوں کہ اگر تمام رات بھی جاگنا پڑے تو کون سی دقت ہے۔

صاحبو! رمضان سال بھر کے بعد آتا ہے، آپ کو معلوم ہوگا کہ پچھلے رمضان میں بہت سے لوگ ایسے تھے کہ وہ اس وقت دنیا میں نہیں رہے، ہم کو کیا خبر ہے کہ اگلے رمضان تک کس کس کی باری آئے گی، اس لیے اگر ایسی بڑی دولت کمانے کے لیے ایک دو رات کوئی جاگ بھی لیا تو کیا دقت کی بات ہے؛ لیکن خیر اگر تمام رات کی ہمت نہ ہو تو اکثر حصہ کو تو چھوڑنا ہی نہیں چاہیے۔

شب قدر میں عبادت کا بہترین وقت

اور بہتر یہ ہے کہ اکثر حصہ اخیر رات کا ہو؛ کیونکہ اول تو اس وقت تک کھانا ہضم ہو چکا ہوتا ہے، طبیعت ہلکی ہوتی ہے دعا میں خوب جی لگتا ہے، دوسری حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالی اخیر رات میں ہر روز اپنے بندوں پر بہت بڑی رحمت کرتے ہیں اور مہربانی سے ان کی طرف توجہ کرتے ہیں، دوسری یہ بات بھی ہے کہ اخیر رات میں شور اور غل بھی نہیں ہوتا ایک اطمینان کی حالت ہوتی ہے اور یہ کچھ شب قدر ہی کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ ہر رات کے اخیر حصہ میں اللہ

پاک کی رحمت اور مہربانی ہوتی ہے اور طبیعتوں پر اطمینان ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

اے خواجہ چہ پرسی زشب قدر نشانے
ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانے

یعنی جو شخص ہر رات کی قدر نہ جانے گا تو وہ شب قدر کو بھی نہ پہچانے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ شب قدر انہیں راتوں میں سے کسی رات میں ہوگی، تو جو شخص سب راتوں کی قدر کرے گا وہ شب قدر کو بھی پالے گا اور جو اور راتوں کی بے قدری کرے غفلت کی نیند سوتا رہے گا وہ اپنی اس عادت کی وجہ سے شب قدر بھی ہاتھ سے کھو دے گا۔

اسی وجہ سے بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص تمام سال راتوں کو جاگے گا تو وہ شب قدر بھی پالے گا؛ کیونکہ جب سال بھر تک برابر راتوں کو عبادت کروگے تو شب قدر میں بھی عبادت ضرور ہو جائے گی؛ کیونکہ انہی راتوں میں ایک رات وہ بھی ہے۔

بوستان میں ایک خوب قصہ لکھا ہے کہ کسی شہزادہ کا ایک بڑا قیمتی لعل ایک رات کسی جگہ گر گیا، تو اس نے حکم دیا کہ اس جگہ کی ساری کنکریاں اٹھا کر اکٹھی کر لیں، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اگر کنکریاں چھانٹ کر جمع کی جاتیں تو شاید ان میں لعل نہ آتا اور جب ساری کنکریاں اٹھالیں ہیں تو لعل ضرور آ گیا ہے۔

اتنی آسانی کے بعد بھی ہمت نہ کرو تو غضب کی بات ہے

لیکن خیر ایسے ہمت والے لوگ تو اس وقت کہاں ہیں کہ اس قیمتی موتی کی تلاش میں سال بھر تک راتوں کو جاگا کریں؛ مگر رمضان کے اخیر کے دس دن تو ضرور جاگنا اور عبادت کرنا چاہیے کیونکہ وہ اکثر انہیں راتوں میں ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص نہایت ہی کمزور اور کم ہمت ہو تو خیر وہ ستائیسویں رات کو ضرور جاگ لے اور عبادت کرے؛ اس لیے کہ ان دس راتوں میں سے بھی اس ہی رات میں شب قدر اکثر ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر وہ رات شب قدر نہ بھی ہوئی؛

بلکہ اور کوئی معمولی رات ہوگئی تو تم نے تو شب قدر ہی کی نیت سے عبادت کی ہے پس تمہارا ثواب تو ان شاء اللہ کہیں نہیں گیا، خدا نے چاہا تو تمہیں شب قدر ہی کا ثواب ملے گا؛ کیونکہ ان کے یہاں نیت دیکھی جاتی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ہر کام میں نیت کا اعتبار ہے۔

صاحبو!

اب تو آپ کو بہت ہی آسانی ہوگئی اس پر بھی ہمت نہ کرو تو غضب کی بات ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ کی تیسری خوبی

تیسری خوبی رمضان شریف کی اخیر دس دن کی یہ ہے کہ اس میں اعتکاف کرنا سنت ہے اور اس کا طریقہ ہے کہ ۲۰ تاریخ کو مغرب کی نماز سے پہلے مسجد میں آجائے اور اعتکاف کی نیت کر لے اور جب عید کا چاند دیکھ لیا جائے اس وقت باہر نکلے اور اگر پورے دس دن اعتکاف نہ کر سکے تو اس سے کم کا کر لے یہ خیال نہ کرے کہ اعتکاف کرتا تو پورے دس دن کا کرتا، اس سے کم میں کیا فائدہ ہوگا؛ کیونکہ اگر بڑھیا درجہ کا ثواب نہ ملے گا تو کم درجہ کا تو مل ہی جائے گا۔

صاحبو! اگر دس دن نہ کر سکو تو، نو دن سہی، اس قدر بھی نہ ہو سکے تو سات دن سہی، غرض جس قدر بھی ہو سکے چھوڑو مت۔

اعتکاف کی ایک بہت بڑی خوبی

اور ایک بہت بڑی خوبی اعتکاف کی یہ ہے کہ اعتکاف کے زمانہ میں ہر وقت اعتکاف کرنے والوں کو نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے؛ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرو تو انتظار میں بھی نماز ہی کا ثواب ملے گا اور ظاہر ہے کہ جس نے اعتکاف کیا ہے وہ ہر وقت مسجد ہی میں رہے گا، تو اس کو نماز کا بھی انتظار ضرور رہے گا، اگر یہ سوئے گا تو اس نیت سے کہ اٹھ کر فلاں نماز پڑھنی ہے، اگر کوئی کام بھی کرے گا تو اس نیت

کے ساتھ کہ فلاں نماز تک یہ کام کروں گا، غرض اس کا سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا ہر ہر کام میں ثواب ملے گا، پس اس سے بڑھ کر اور کیا خوبی ہوگی۔

تین بدنصیب افراد

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس سب صحابہ موجود تھے، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذلیل ہو گیا وہ شخص اور اس لفظ کو کئی مرتبہ کہا، صحابہ ؓ گھبرا گئے اور دریافت کیا کہ حضرت کون شخص ذلیل ہو گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک وہ شخص ذلیل ہوا جس نے اپنی زندگی میں بوڑھے ماں باپ کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ کمائی۔

حدیث میں بوڑھے ماں باپ کی خدمت کی تاکید کیوں آئی ہے؟

اس میں حضور ﷺ نے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنے کی بہت تاکید کی؛ کیونکہ اگر ماں باپ خود جوان ہیں تو اول تو وہ اس کے خود محتاج نہیں ہوں گے، جیسے اس کے ہاتھ پیر چلتے ہیں ان کے بھی ہاتھ پیر چلتے ہوں گے، دوسری یہ وجہ بھی ہے کہ جوان ماں باپ کی خدمت سے دل بھی نہیں گھبراتا، اس لیے ان کی اگر کچھ خدمت کر بھی دی تو کچھ مشکل نہیں نہ کچھ کمال، رہے بوڑھے ماں باپ تو وہ اس کے محتاج ہوتے ہیں اور ان کی سب طاقتیں کمزور ہو جاتی ہیں؛ اس وجہ سے خود کچھ بھی نہیں کر سکتے اور چونکہ اکثر کام ان کے مزاج کے موافق نہیں ہوتے اس لیے مزاج میں تیزی آجاتی ہے؛ پس ایسے ماں باپ کی خدمت کرنا بہت ہی ضروری ہے؛ کیونکہ وہ بیچارے بالکل ہی بے بس ہوتے ہیں اور ہر طرح سے ان کے محتاج ہوتے ہیں اور ان کی تیز مزاجی سے تنگ ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔

مگر دیکھا جاتا ہے کہ اکثر آدمی ان کی خدمت سے تنگ ہو جاتے ہیں، جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے لڑکپن کے زمانہ کو بھول جاتے ہیں کہ اس وقت ماں باپ نے ان کے کیسے کیسے ناز اٹھائے ہیں اگر وہ انہیں یاد رہتے تو ان کی خدمت سے تنگ نہ ہوتے۔

بیٹا! تم نے اپنے بچپن میں ایک سو بار مجھ سے یہی پوچھا تھا

ایک بنیے کا قصہ مشہور ہے کہ اس نے اپنے بڑھاپے میں ایک مرتبہ اپنے لڑکے سے دریافت کیا کہ بھائی یہ دیوار پر کیا چیز بیٹھی ہے؟ صاحبزادہ صاحب اول تو دل میں بہت خفا ہوئے کہ اس بیکار بات کے دریافت کرنے کی آپ کو ضرورت ہی کیا ہے؟ مگر خیر کچھ لحاظ کیا اور بتلا دیا کہ ابا جان کوا ہے۔ بنیے نے پھر پوچھا کہ بھائی یہ دیوار پر کیا چیز بیٹھی ہے؟ صاحبزادہ نے کہا کہ ابھی تو بتلا دیا تھا کہ کوا ہے، تیسری بار اس نے پھر پوچھا تو صاحبزادہ نے بگڑ کر جواب دیا کہ تمہارا تو دماغ چل گیا، چپکے پڑے رہو، اس پر بنیے نے اپنا بہی کھاتہ منگوایا اور کھول کر دکھلایا کہ صاحبزادہ دیکھو تم نے ایک سو بار مجھ سے اپنے بچپن میں یہی دریافت کیا تھا اور میں نے ہر بار محبت جواب دیا تھا، تم دو ہی بار میں گھبرا گئے۔

والدین کی تیز مزاجی اور زبان سے روکھے پن کی بات نکل جانا

لیکن شاید کوئی شخص کہے کہ صاحب بوڑھوں کی تیز مزاجی تو خود طبیعت ہی کو بری معلوم ہوتی ہے، کوئی اختیار کی بات نہیں، اگر اس پر بھی پکڑ ہوگی تو سخت مشکل ہوگی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ پاک طبیعت کی گھبراہٹ پر پکڑ نہیں کرتے، اپنے کلام پاک میں والدین کے حقوق کے ذکر کے ساتھ فرماتے ہیں:

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماں باپ کی ہر وقت کی تیز مزاجی سے جو گھبراہٹ تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے کوئی بات روکھے پن کی تمہاری زبان سے نکل جائے تو اس پر تمہاری پکڑ نہیں؛ لیکن خدا تعالی دل کی نیت کو جانتا ہے، اگر تمہارے دل میں ماں باپ کی تابعداری ہے اور نیک بختی تم پر غالب ہے اور اپنی بے ادبی کا عذر بھی کرتے رہو تو اللہ پاک اس طرح کی باتوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ ایک تو یہ شخص ذلیل ہوا۔

دوسرا وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔

تیسرے وہ شخص کہ رمضان شریف آئے بھی اور گزر بھی جائے اور اس نے اپنے گناہ نہ بخشوائے یعنی برے کاموں سے توبہ نہ کی اور ایسے کام نہ کیے جس سے گناہ معاف ہو جاتے۔

رمضان کا مہینہ رحمت ہی رحمت ہے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان شریف ایسا برکت کا مہینہ ہے کہ اس کے اول حصہ میں خدا تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور درمیان کے حصہ میں بندوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اخیر کے حصہ میں بندوں کو دوزخ سے بالکل چھٹکارا ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ سر سے پیر تک رحمت ہی رحمت ہے؛ پس آدمی کو چاہیے کہ اس مہینہ میں اپنے گناہ بخشوانے کا سامان کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ نیک کام کرے۔

گناہ معاف کرالینا بندہ کے اختیار میں ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ گناہ معاف کرالینا بندہ کے اختیار میں ہے؛ پس توبہ کر کے نیک کام کرنے شروع کر دے، سب گناہ بخشے گئے، خود اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اپنے مالک سے گناہ بخشوانے میں جلدی کرو اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کو پرہیز گار لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے، تو جو شخص بھی اس قاعدہ پر عمل کرے گا وہ اپنے گناہ بخشوا لے گا اور جو شخص یہ عمل نہ کرے گا وہ محروم رہے گا؛ پس ظاہر ہو گیا کہ گناہ بخشوانا خود ہمارے اختیار میں ہے، اگر ہم چاہیں تو پرہیز گار بن کر اپنے گناہوں کو بخشوا سکتے ہیں۔

بے علم واعظوں کی ایک بڑی بھاری غلطی

جو لوگ بغیر علم کے وعظ کہتے ہیں وہ اس جگہ بڑی بھاری غلطی کرتے ہیں؛ کیونکہ وہ اپنے وعظوں میں کہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات بالکل بے پرواہ ذات ہے، وہ چاہے

تو ذرا سی بات میں بخش دے اور چاہے تو ذرا سی بات پر جہنم میں بھیج دے اور یہ مضمون ایسے طور سے کہتے ہیں جس سے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ (توبہ توبہ) خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی قاعدہ ہی مقرر نہیں، یوں ہی اناپ شناپ بے تکے طور پر جو چاہتے ہیں کردیتے ہیں، ایسی باتیں سن کر اکثر لوگ ناامید ہو جاتے ہیں؛ اس لئے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ خدا جانے کس بات پر اچانک پکڑ ہو جائے اور ساری کی کرائی محنت ہی اکارت ہو جائے۔

پھر اس ناامیدی کے بڑھنے سے وہ عبادت میں محنت کرنی چھوڑ دیتے ہیں، اسی طرح اکثر لوگ خوب جی بھر کر گناہ کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب خدا تعالی کے یہاں کوئی قاعدہ ہی نہیں، ذرا سی بات پر جنت دے دی، ذرا سی بات پر دوزخ میں بھیج دیا تو پھر ہم اپنے مزے کیوں خراب کریں اور خواہ مخواہ مصیبت میں کیوں پڑیں؟ شاید خدا کو انہیں کاموں میں سے کوئی بات پسند آجائے جس سے وہ مہربان ہو کر ہم کو بخش دیں، لاحول ولاقوۃ خدائی کیا ہوئی ایناؤنگر کی بادشاہی ہوئی جہاں سب کام بے ڈھنگے ہی ہوتے ہیں۔

ایناؤنگر کی عجیب حکایت

مشہور ہے کہ ایک گرو اور ان کا چیلہ سفر کرتے ہوئے ایک شہر میں پہنچے، نام پوچھا تو معلوم ہوا ایناؤنگر ہے (اس کے معنی ہیں بے انصافی کے) وہاں کے بازار میں جاکر چیز کا بھاؤ پوچھا، تو معلوم ہوا کہ اناج سے لے کر گھی دودھ تک ہر چیز سولہ روپے سیر کی ملتی ہے، یہ سن کر چیلہ تو بہت خوش ہوا کہ خوب دودھ گھی کھا کر موٹے ہوں گے، مگر گرو نے کہا کہ بھائی اس جگہ ٹھہرنا ٹھیک نہیں، یہ شہر تو بہت ہی بے تکا معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹوں بڑوں میں کچھ فرق ہی نہیں، مگر چیلہ نے ضد کی، آخر رہ پڑے، چندروز میں سیر کرتے کرتے راجہ کی کچہری تک جا پہنچے، دیکھا کہ ایک مقدمہ راجہ صاحب کے سامنے پیش ہو رہا ہے، بہت آدمی جمع ہیں۔

پوچھنے سے معلوم ہوا ایک چور نے مہاجن پر دعویٰ کیا ہے، دعوی یہ ہے کہ ہم دونوں چوری

کرنے اس کے گھر گئے، نقب لگایا، میرا ساتھی اندر جانے لگا تو دیوار اوپر سے آ پڑی، مر گیا، بس میں اس کا اس مہاجن سے بدلہ چاہتا ہوں، اس مہاجن سے دریافت کیا گیا کہ وہ دیوار ایسی کیوں بنائی تھی؟ اس نے کہا مکان بنانے والے سے پوچھئے، وہ بلایا گیا، اس نے کہا گارا بنانے والے سے پوچھئے، اس کو بلایا، اس نے کہا کہ سقہ نے پانی بہت ڈال دیا تھا جس سے گارا پتلا ہو گیا، اس کو بلایا، اس نے کہا کہ سرکاری ہاتھی جھپٹا ہوا آیا تھا، خوف سے پانی زیادہ نکل پڑا، ہاتھی چلانے والے کو بلایا، اس نے کہا کہ ایک عورت پازیب پہنے آتی تھی اس کی جھنکار سے ہاتھی دور پڑا، عورت کو بلایا، اس نے کہا کہ سنار نے ایسا ہی باجا ڈال دیا تھا، اس کو بلایا گیا، وہ کچھ جواب نہ دے سکا، حکم ہوا کہ سنار کو پھانسی دے دو، اسے پھانسی کے لیے لے چلے، جب اسے پھانسی پر چڑھایا تو پھانسی کا پھندہ اس کے گلے سے بڑا نکلا، لوگوں نے آکر راجہ صاحب سے کہا کہ پھندہ اس کے گلے سے بڑا ہے راجہ صاحب نے کہا کہ اچھا تو پھر کسی موٹے آدمی کو ڈھونڈ کر پھانسی دے دو۔

غرض موٹے آدمی کو ڈھونڈنا شروع کیا، وقت کی بات کہ سب لوگوں میں اس چیلہ سے زیادہ موٹا کوئی نہ نکلا، آخر اس کو ہی پھانسی دینے کے لیے پکڑ لیا گیا، اب تو چیلہ صاحب بہت گھبرائے اور گرو سے کہا کہ خدا کے لیے بچاؤ، اس نے جواب دیا کہ میں نہ کہتا تھا کہ یہاں رہنا اچھا نہیں، آخر نتیجہ دیکھا؛ مگر گرو نے یہ تدبیر نکالی کہ پھانسی کے وقت خود آگے بڑھ کر کہا کہ صاحبو! اس کو پھانسی نہ دو، مجھ کو دے دو، لوگوں نے وجہ پوچھی، تو اس نے کہا کہ اس وقت میں نے اپنی پوتھی کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس وقت جو شخص پھانسی دیا جائے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔

راجہ صاحب نے جو یہ سنا تو آگے بڑھ کر کہا کہ اچھا جب ایسی بات ہے، تو ہم کو پھانسی دے دو تا کہ جنت میں ہم ہی چلے جائیں، پس راجہ صاحب کو پھانسی دے دی گئی۔

تو ان جاہل واعظوں کے بیان سے سمجھا جاتا ہے کہ توبہ توبہ خدا کے کام بھی اینا وَنگر کے راجہ کی طرح بے ڈھنگے ہوتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے یہاں ثواب وعذاب سب کا قاعدہ مقرر ہے

صاحبو! یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے یہاں ہر کام قاعدہ سے ہوتا ہے، ثواب کا بھی ایک قاعدہ ہے اور عذاب کا بھی، ثواب کا قاعدہ تو یہی ہے جو ابھی بیان ہوا کہ توبہ کر کے گناہ بخشوالو، نمازی پرہیزگار ہو کر جنت لے لو۔

اگر توبہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہو

اگر یہ ڈر ہو کہ توبہ ٹوٹ جائے گی اور گناہوں سے نہ رک سکیں گے تو ہمت نہ ہارو؛ کیونکہ اگر توبہ ٹوٹ گئی تو پھر کر لینا، دیکھو اگر ایک کپڑا پھٹ جاتا ہے تو اس کو پھٹا ہوا نہیں چھوڑتے؛ بلکہ اسی وقت سی لیتے ہیں اور اس کا کچھ خیال بھی نہیں کیا جاتا کہ یہ سینے کے بعد پھر پھٹ جائے گا، پھر پھٹے تو پھر سی لینا، بس یہی حالت توبہ کی ہے کہ صرف توبہ ٹوٹ جانے کے ڈر سے توبہ کو نہیں چھوڑنا چاہیے؛ بلکہ اگر ٹوٹ بھی جائے تو پھر توبہ کر لے ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا؛ بلکہ اگر دن میں سو بار بھی توبہ ٹوٹ جائے ناامید مت ہو؛ بلکہ اس توبہ کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ہم کو گناہوں پر زیادہ ہمت ہو جاتی ہے؛ کیونکہ جو شخص توبہ کرتا رہے گا، اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی بڑائی کسی نہ کسی قدر ضرور ہوگی اور یہ بڑی وجہ ہے گناہوں سے رک جانے کی، مگر جو شخص کبھی توبہ نہ کرے گا وہ تو بالکل ہی خدا کو بھول جائے گا، جب خدا تعالیٰ کی بڑائی اس کے دل میں نہ ہوگی تو جو کچھ بھی یہ کرے گا وہ تھوڑا ہے۔

قرآن سنانے پر ہرگز اجرت نہ لیں

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس اخیر کے دس دنوں میں بہت سی مسجدوں میں قرآن شریف ختم ہوگا، اس میں اکثر لوگ پڑھنے والوں کو کچھ دیا کرتے ہیں، سو پڑھنے والوں کو چاہیے کہ ہرگز نہ لیا کریں۔

ختم قرآن کے دن مٹھائی بانٹنے کی قباحتیں

دوسرے اکثر مسجدوں میں ختم کے دن مٹھائی بانٹی جاتی ہے، اس میں جو گڑبڑ ہوتی ہے سبھی جانتے ہیں اور اس خرافات میں شرع کے قاعدہ سے جو کچھ خرابیاں ہونے لگی ہیں کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہیں اس وقت ان کے دہرانے کا وقت نہیں اور نہ زیادہ ضرورت ہے ،صرف اتنا کہا جاتا ہے کہ اس کے اندر جو کچھ خرابیاں ہیں ان پر نظر ڈالو اور خیال کرو کہ اس میں کیا کچھ خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں پس اس کو بھی چھوڑ دو، دیکھو اس کی بدولت بیچارے غریبوں پر بہت بڑا بوجھ پڑ گیا ہے۔

میرے منع کرنے پر بعض غریب جولاہوں نے بہت خوشی ظاہر کی کہ ہم کو ہر سال چندہ دینے کی مصیبت پڑتی تھی آپ نے ہمیں اس مصیبت سے بچا دیا، معلوم ہوا کہ لوگوں پر چندہ دینا بہت دشوار ہے، پھر بتلایئے کہ چندہ لینا کیونکر جائز ہوگا، بعض رئیسوں نے مجھ سے کہا کہ آپ غریبوں کو منع کیجیے؛ لیکن امیروں کو منع کرنے کی ضرورت نہیں، یہ بالکل غلط خیال ہے اس لیے کہ اگر امیروں نے نہ چھوڑا تو شرم کی وجہ سے غریبوں سے بھی چھٹنا مشکل ہوگا اور اگر امیروں نے چھوڑ دیا تو غریبوں کو چھوڑنا کچھ مشکل نہیں، بعض مسجدیں ایسی بھی ہیں کہ ان میں مٹھائی چندہ سے نہیں بانٹی جاتی بلکہ خوشحال آدمی اپنے اپنے طور پر بانٹتے ہیں لیکن وہاں دوسری خرابیاں ہوتی ہیں جیسے دکھاوٹ اور شہرت نام وغیرہ کے لیے بانٹنا اور ہر طور پر بچوں اور بے نمازیوں کے جھم گھٹے سے مسجد کی بے ادبی ہونا اس قسم کی بہت سی خرابیاں ہیں عقلمند آدمی ان کو خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ بریلی میں قرآن سنانے کا اتفاق ہوا، میرے بھائی نے مٹھائی بانٹنے کے لیے کہا میں نے منع کیا؛ لیکن انہوں نے کہا کیا حرج ہے، جب انہوں نے زیادہ کہا تو میں چپ رہا اور سوچا کہ بہتر ہے یہ خود ان خرابیوں کو دیکھ لیں؛ پس انہوں نے خود اپنے انتظام سے مٹھائی بانٹی، لوگوں کے بے ڈھنگے پن کو دیکھ کر وہ اس قدر پریشان ہوئے کہ بانٹنے سے

نمٹ چکے تو خود کہا کہ آپ کی رائے بہت ٹھیک تھی، واقعی یہ خرافات ہیں، بیکار کام کبھی نہ کرنے چاہئیں، مگر افسوس یہ ہے کہ بعض لوگ خرابیاں سمجھ بھی جاتے ہیں لیکن پھر بھی اپنے اس بیہودہ کام سے یا درکھنا چاہیے اور کوشش کرنا چاہیے کہ ان پر پورے طور سے عمل ہو جائے اور خدا تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ توفیق عمل کی بخشیں۔

یادِ یاراںؒ

ایک متبرک سوغات

’’یادِ یاراں‘‘ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا ایک متبرک اور یادگار رسالہ ہے، جو آپ نے حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر یکم ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۰۷ء میں تحریر فرمایا تھا۔

اِس متبرک رسالے میں حضرت تھانویؒ نے اپنے عظیم مربی اور علمی مشیر، قطب الارشاد امام ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی حق پرستی، توکل واعتماد علی اللہ، اتباعِ سنت، وقار وحلم، ضبط وتحمل، مستقل مزاجی، فقاہت ودرایت، قوتِ استنباط، قوتِ فیضان، تواضع وسادگی، اشاعتِ دین کی لگن اور بے لوث جد وجہد جیسے کمالات کو نہایت عقیدت ومحبت کے اسلوب میں پیش فرمایا ہے، مزید برآں چند موضوعات اِس رسالے کا خاصہ ہیں، مثلاً:

- حضرت گنگوہی قدس سرہ کے حضرت تھانویؒ پر دو عظیم احسانات کا مفصل ذکر۔
- مجلسِ میلاد کی بابت حضرت تھانویؒ کی مرجوع عنہ رائے کی تفصیل اور حضرت گنگوہی کی قوتِ فیضان۔ (’’تذکرۃ الرشید‘‘ میں مذکور مفصل مکاتبت سے استفادے کے وقت ’’یادِ یاراں‘‘ کی یہ تفصیل مستحضر رکھنا ضروری ہے۔)
- فیصلہ ہفت مسئلہ کا صحیح پس منظر۔
- حضرت گنگوہیؒ کی فقاہت اور ملکۂ استنباط کی مثالیں۔

یہ قیمتی تحریر نہ صرف حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی حیات اور شخصیت کے نمایاں گوشوں کو اُجاگر کرتی ہے؛ بلکہ دونوں بزرگوں کے علمی وروحانی تعلقات کو بھی ایک نئی روشنی میں پیش کرتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ حضرت گنگوہیؒ کے ساتھ اپنے علمی واصلاحی تعلقات اور ان کی ہدایات وارشادات کو سفرِ زندگی کا قیمتی اثاثہ سمجھتے رہے، رسالہ میں اس حقیقت پر بھرپور روشنی حاصل ہوتی ہے۔

حکایات اور واقعات کا انتخاب اور اُن سے عبرت ونصیحت کی باتیں چننا؛ حضرت تھانوی قدس سرہ کا ایک امتیازی وصف ہے جو بجائے خود آپ کے کمالِ فہم کی دلیل ہے، اس رسالے میں بھی آپ کا یہ وصف خوب نمایاں ہے۔

درحقیقت کسی شخصیت پر مضمون کا وہی حصہ زیادہ موثر ومفید سمجھا جاتا ہے جس میں اس کے علم وعمل اور ذوق ومزاج کو اپنے ساتھ پیش آئے واقعات کی روشنی میں اُجاگر کیا گیا ہو، رسالے کا یہ پہلو بھی قابلِ توجہ ہے، یہ محض تاریخی یا روایتی مواد کا مجموعہ نہیں ہے؛ بلکہ یہ ایک فکری وعملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

آج ضرورت ہے کہ اپنے اکابر کے حالات گہرائی سے پڑھنے کی کوشش کی جائے تاکہ ہمیں اندازہ ہو کہ زمانہ پر اثر ڈالنے والی شخصیات کیسی ہوتی ہیں اور ہمارے کردار وعمل اور فکر ونظر میں گہرائی وگیرائی اور پختگی پیدا ہو کہ یہی اس قسم کی کتابوں اور رسالوں کی اصلی سوغات ہیں، حضرت تھانویؒ نے رسالہ کے شروع ہی میں بجا طور پر لکھ دیا ہے کہ:

’’غایت اس کی: طالبِ سبیلِ حق کو ایک نمونہ دکھلانا ہے اہتداء واقتداء کے لیے اور بس۔‘‘

اکابر کی تحریرات میں مغز ہی مغز ہوتا ہے؛ اس لیے یہ ناچیز بندہ اکابر کی تحریرات میں سے اہم فوائد ونکات کو چن کر تفصیلی فہرست بنانے کا اہتمام کرتا ہے؛ تاکہ فوائد پر نظر ڈال کر پوری کتاب کو تدبر وتیقظ کے ساتھ بالاستیعاب پڑھنے کی تحریک ملے اور قابلِ اخذ فوائد پر نظر مرکوز رکھتے ہوئے مطالعہ کو کامیاب بنایا جاسکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

متن حدیث سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے

ایک مقبول ومتبرک رسالہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

”آج کل بالعموم ساری توجہ تقریر میں بیان کی جانے والی فنی مباحث پر مرکوز ہوتی ہے، متن حدیث کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی، حالانکہ علم کا اصل مغز تو احادیث کا متن ہی ہے، اس لیے احقر کا التماس ہے کہ تقریر کی موشگافیوں میں الجھ کر متن حدیث سے غافل نہ ہونا چاہیے؛ بلکہ حدیث کے متن کو جتنا ہو سکے یاد کرنے اور اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھنے پر پوری توجہ دی جائے، تقریر کا اصل فائدہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب اصل حدیث اچھی طرح ذہن نشین ہو چکی ہو، ورنہ حدیث کو لفظاً و معنیً سمجھے بغیر ان فنی بحثوں کو یاد کر لینے کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے جسم پر لباس پہنے بغیر زیب و زینت کا اہتمام شروع کر دے“۔ (درس ترمذی:۱/ ۱۵، مکتبہ دار العلوم کراچی)

متن حدیث سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے حدیث کی مشہور صنف ”اربعین“ کو جو امتیاز حاصل ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں، اس قسم کا سب سے پہلا مجموعہ بقول ملا کاتب چلپی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۱ھ) نے لکھا اور ان کے بعد اس نوعیت کی بے شمار تالیفات عالم وجود میں آئیں؛ لیکن ساتویں صدی ہجری کے بعد سے جو شہرت و مقبولیت شارح مسلم، مشہور محدث وفقیہ اور ولی کامل شیخ الاسلام امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م:۶۷۶ھ) کی ”اربعین“ کو حاصل ہوئی، وہ کسی اور کو حاصل نہ ہو سکی؛ اس لیے کہ آپ نے ایسی چالیس احادیث کا انتخاب کیا جو دین کے اصول وفروع پر جامع قواعد بیان کرتی ہیں، ان احادیث سے دین کے بیشتر گوشوں پر تعلیمات نبوی کا خلاصہ سامنے آ جاتا ہے۔

(مستفاد: مقدمہ از ابو المآثر محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ بر شرح اربعین: مؤلفہ حضرت مولانا عاشق الٰہی برنی)

بریں بناء اگر ہم احادیث رسول ﷺ کے متن سے تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں اور تعلیمات نبوی کا خلاصہ اور نچوڑ مستحضر رکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ”اربعین نووی“ ایک بے نظیر رسالہ ہے، کئی صدیوں سے امت میں اس رسالہ کے حفظ کرنے کا سلسلہ قائم و دائم ہے، شارح ”اربعین“ ابن رجب حنبلیؒ تحریر فرماتے: ”اشتهرت هذه الأربعون، وكثر حفظها، ونفع الله بها ببركة نية جامعها وحسن قصده رحمه الله تعالى“ (جامع العلوم والحکم:۱/۵۲)

”اربعین نووی“ کے قدیم و جدید بہت سے نسخے مطبوعہ ہیں؛ لیکن پیش نظر نسخہ اپنے امتیازات و خصوصیات کی وجہ سے ایک ممتاز نسخہ ہے، اس نسخے کے محقق شیخ محمد وائل حنبلی حنفی دمشقی (مقیم ترکی) حفظہ اللہ ہیں جو شیخ عبدالرزاق حلبی حنفیؒ (سابق مدیر و خطیب ”جامع دمشق“ اور ”معہد الفتح الاسلامی دمشق“ میں تین بار سے زائد مکمل رد المحتار کے مدرس) اور شیخ محمد مرشد عابدینؒ (شیخ ابو الیسر عابدینؒ کے برادر حقیقی) کے تلمیذ خصوصی ہیں، جن کی تحقیق سے پہلے بھی کئی اہم کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، آپ ”فتاوی شامی“ کے ”نسخہ فرفور“ کی تحقیق میں بھی شریک تھے اور ”اکابر دیوبند“ میں حضرت مولانا عاشق الٰہی برنی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو اجازت حدیث حاصل ہے، بالخصوص امام نوویؒ اور آپ کی ”اربعین“ کے ساتھ آپ کا جو لگاؤ رہا اس کے لیے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

”وبدأت صِلَتِي بالإمام النووي مُذ نشأتي وصِغَري، وذلك أنّي وُلِدتُ ونشأت بحي العقيبة بدمشق، وكان بين دارِنا القديمة ودار الحديث الأشرفية نحو من سبع دقائقَ مَشْيًا على الأقدام، ثم أكرمني المولى وخطبت الجمعة مراتٍ عِدّةً في مُصلّى دار الحديث الأشرفية، هذه الدار التي اشتهرتْ وقُصِدت؛ لإقامة الإمام النووي بها، وتدريسه فيها هذا، وإني منذ نحو ربع قرن وأنا أعتني بقراءة وإقراء: «الأربعين النووية»، وراجعت كثيرًا من شُروحِها المطبوعة والمخطوطة، فعاد علي بركتها ونفعها. وقد ألفيتها بابًا للفهم، ومفتاحًا للعِلم، يتدرج طالب العِلْمِ معها وفي بحور شروحها على قدر اجتهاده، ويَجِد بُغيته فيها بحسب اتجاهه“.

”میری امام نووی سے تعلق کی ابتدا میرے بچپن سے ہوئی؛ کیونکہ میں ”دمشق“ کے محلہ ”العقیبہ“ میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی، ہمارے پرانے گھر سے ”دار الحدیث الاشرفیہ“ تک پیدل چلتے ہوئے تقریباً سات منٹ کا فاصلہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اعزاز عطا کیا کہ میں نے کئی بار ”دار الحدیث الاشرفیہ“ میں جمعہ کا خطبہ دیا اور یہ ”دار الحدیث الاشرفیہ“ امام نووی کا مسکن اور تدریس کا مرکز تھا، جس کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی، تقریباً پچیس سال سے میں ”الاربعین النوویہ“ کی قراءت و تدریس میں مشغول ہوں اور اس کی مطبوعہ و مخطوطہ بہت سی شروحات کا کئی مرتبہ مطالعہ کیا ہے، جس سے مجھے بے شمار برکات اور فوائد حاصل ہوئے، میں نے اسے علم کا دروازہ اور فہم کا کنجی پایا ہے، جس کے ذریعے طالب علم اپنے اجتہاد اور کوشش کے مطابق علم کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتا ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کرتا ہے“۔

”مکتبۃ العلم والفقہ“ محقق سے اجازت حاصل کرنے کے بعد یہ ”بیش قیمت نسخہ“ باذوق افراد کی خدمت میں پیش کر رہا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امام نوویؒ کے درجات بلند فرمائے، محقق کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ”اربعین“ کی برکات سے ہم سب کو مستفید فرمائے۔ آمین۔



ناشر

مکتبة العلم والفقه

MAKTABA- AL- ILM-WAL-FIQH

+91 74174 26613 maktabailmofiqh@gmail.com

Near Muslim Fund, Deoband, U.P. 247554